(قسط نمبر ۲)

برّصغیر پاک وہند اٹھارھویں صدی میں

شاہ ولی اللہ کی اصلاحی کوششیں

طفیل احمد قریشی

ملازمین کی اس حالت پر آپ نے بادشاہِ وقت کو خط لکھتے ہوئے بار بار توجہ دلائی ہے. فوج کی اہمیت اور اس کی تربیت کے طریقوں کا ذکر کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ ملازموں کو بغیر کسی تاخیر کے (وقت پر) تنخواہیں ملنا چاہئیں۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو وہ قرض لینے پر مجبور ہو جائیں گے اور پھر ہندوستان میں سودی قرض میں جو پھنسا اس کی حالت خراب ہو جاتی ہے[1] عام ملازمین کے ساتھ شاہ ولی اللہ نے علماء اور آئمہ مساجد کی تنخواہوں کا بھی ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ انھیں اچھے طریقہ پر تنخواہیں دی جائیں۔ تاکہ یہ حضرات مذہبی تعلیم و تبلیغ میں یکسوئی سے مشغول رہ سکیں۔[2]

بادشاہ کو یہ باتیں لکھتے ہوئے آپ یہ شعر بھی نقل فرماتے ہیں کہ ؎

درپس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند　　انچہ اُستادِ ازل گفت ہماں می گویم[3]

(یعنی مجھ کو (حالات کے) آئینہ کے پیچھے طوطی کی مانند رکھا ہے اور جو کچھ "اُستادِ ازل" نے کہا ہے وہی کہتا ہوں)

شاہ ولی اللہؒ کے دور میں ہندوستان کی سیاسی حالت نے عوام کی معاشی زندگی پر گہرا اثر چھوڑا۔ مرہٹوں اور جاٹوں نے جو لوٹ مار مچا رکھی تھی، اس کا عوام خصوصاً مسلمانوں پر گہرا اثر پڑا۔ حافظ جار اللہ کو خط لکھتے ہوئے شاہ صاحبؒ بیان فرماتے ہیں کہ دہلی میں رجب ۱۱۶۱ھ سے شعبان کے آخیر تک جاٹوں نے لوٹ مار جاری رکھی۔ انہوں نے عوام کی عزت و ناموس کو برباد کیا اور خوب مال و دولت لوٹا، مکانات کو آگ لگائی اور حکومت

---

[1] ایضاً ص۴۲:- .... آنکہ مواجب ایشاں بغیر تعویق بہ ایشاں رسیدہ۔ زیرکہ درصورت تعویق محتاج بہ قرض سودی می شوند...... [2] شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوب ص۴۲:- آنکہ بائمہ مساجد روزمرہ معہود بوجہ نیک می دادہ باشند.... [3] ایضاً ص۱۴۱۔

کچھ نہ کرسکی [1] شاہ صاحبؒ نے دہلی کی طرف لوٹ مار کا ذکر شیخ محمد عاشق سے کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اکثر لوگوں کی جائدادوں کی سندیں تک ضبط کرلی گئی ہیں۔ [2]

ملک کی اندرونی طاقتیں تو تخریبی کارروائیوں میں مصروف تھیں ہی۔ نادر شاہ کی لوٹ مار نے رہی سہی کسر بھی نکال دی تھی۔ اور لوگ بار بار لٹنے سے بدحال ہوگئے تھے۔ نجیب الدولہ کو خط لکھتے ہوئے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ مسلمانانِ ہندوستان نے خواہ وہ دہلی میں ہوں یا کسی اور جگہ، اُنہوں نے لوٹ مار کے یہ صدمے کئی مرتبہ برداشت کئے ہیں۔ اور اب "چاقو ہڈی تک پہنچ گیا ہے"۔ رحم کا مقام ہے میں آپ کو خدا اور اس کے رسول کا واسطہ دے کر یہ کہتا ہوں کہ آپ کسی مسلمان کے مال کے درپے نہ ہوں (کیوں کہ وہ پہلے ہی غریب ہیں)۔ اگر اس بات کا خیال نہ رکھا گیا تو مجھے ڈر ہے کہ مظلوموں کی آہ آپ کی کامیابی کے راستے میں دیوار نہ بن جائے [3] احمد شاہ ابدالی کی فوجوں کی آمد کی خبر جب شاہ صاحبؒ کو ہوئی تو آپ نے خصوصی طور پر نجیب الدولہ کو لکھا کہ جب شاہی فوجیں دہلی میں آئیں تو مہربانی کرکے یہ انتظام اچھی طرح کرلیں کہ دہلی پہلے کی طرح لٹنے نہ پائے کیونکہ دہلی والے کئی مرتبہ اپنے مالوں اور اپنی عزت کو لٹتا دیکھ چکے ہیں [4]

یہ تو لوٹ کھسوٹ کا وہ بازار تھا جو ملک کی اندرونی اور بیرونی طاقتوں نے سیاست کے نام پر

---

[1] ایضاً ص ۸۹: وقد وقعت بالدھلی داھیۃ عظیمۃ فنھب الکفار من قوم جت البلدۃ القدیمۃ من الدھلی وعجزت الدولۃ عن دفعھم فنھبت الاموال واھلک و حرقت البیوت ......

[2] ایضاً ص ۷۰۔ آں تمغہائے اکثرے ضبط شد......

[3] ایضاً ص ۶۱: مقدمہ مہم تر آں است کہ مسلمانانِ ہندوستان چہ دہلی وچہ غیر آں چندیں صدمات دیدہ اند بارنہب وغارت آزمودہ کارد بہ استخوان رسیدہ است۔ جائے ترحم است برائے خدا و برائے رسول تاکید بلیغ باید کرد کہ معترض مال مسلمانے نشود۔ دریں صورت امید آں است کہ ابواب فتوح پے درپے کشادہ گردد اگر دریں امر تغافل شود بترسم کہ آہ مظلوماں سدِ راہ مقصود گردد۔

[4] ایضاً ص ۶۱۔ باقی مانند مطلبے دیگر چوں عبور افواج شاہیہ بہ دہلی واقع شود اہتمام کلی باید کرد کہ مثل سابق پامال ظلم نگردد۔ اہل دہلی چندیں دفعہ نہب اموال و ہتک ناموس دیدہ اند۔

گرم گر رکھا تھا اور عوام اس سے بُری طرح متاثر ہو رہے تھے۔ اس کے علاوہ ایک طبقہ ایسا بھی تھا جس کے گھروں میں تیزی سے دولت جمع ہو رہی تھی۔ اس طبقے کا انکشاف شاہ ولی اللہؒ نے احمد شاہ ابدالی کو خط لکھتے ہوئے کیا۔ آپ نے فرمایا کہ حکومت (بادشاہ) کے پیش کاروں اور سرکارکنوں میں اکثریت ہندوؤں کی ہے اور سرکاری کاموں کا پورا عمل دخل انہی ہندوؤں کا ہے۔ ان کے گھروں میں ہر قسم کی دولت جمع ہو گئی ہے اور اس وقت مسلمانوں پر افلاس اور بدحالی کے بادل چھائے ہوئے ہیں[1]۔ دستکاروں اور چھوٹے تاجروں کی حالت بہت خراب ہے۔ ان پر طرح طرح کے ظلم ہو رہے ہیں۔ اور یہ لوگ تنگ دستی کا شکار ہیں۔ بے روزگاری بڑھ رہی ہے[2]۔ اس پر ستم بالائے ستم یہ کہ اس دور میں قحط نے اور بھی لوگوں کی کمر توڑ دی[3]۔ اور نتیجہ یہ ہوا غلہ اور دوسری ضروریات کی چیزیں مہنگی ہو گئیں۔ چنانچہ ستمبر و اکتوبر ۱۷۵۷ء (شاہ صاحبؒ کی وفات کے تقریباً پانچ سال پہلے) مہنگائی کا یہ عالم تھا کہ گیہوں روپے کے نو سیر ملتے تھے۔ مونگ کی دال روپیہ کی آدھ سیر۔ ماش کی دال روپیہ کی پانچ سیر ہو گئی تھی۔ دہلی میں دوائیں تک گراں ہو گئی تھیں[4]۔ وزیر آصف جاہ کو خط لکھتے ہوئے شاہ صاحب نے پُرزور الفاظ میں اس سے کہا ہے کہ پوری طاقت سے اور فوری طور پر اس مہنگائی کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے[5]۔ ایک طرف یہ مہنگائی دوسری جانب کاشت کاروں، تاجروں اور مختلف پیشوں کے لوگوں پر بھاری ٹیکس اور پھر ٹیکسوں کی

---

[1] ایضاً ص ۵۱:۔ ایں جماعۃ المسلمین قابلِ ترحم اند۔ دریں وقت ہر عملے و دخلے کہ در سرکار بادشاہی جاری است بدست ہنود است .... ہر دولت و ثروتے کہ ہست در خانہائے اینہا جمع شدہ و ہر افلاسے و مخمصہ کہ ست بر مسلمانان ....

[2] ایضاً :۔ تباہی حال سائر اہل بلدان کہ وظیفہ خواران بودند یا سوداگردان یا محترفہ۔ قیاس باید کرد کہ بچہ حد رسیدہ باشد بانواع ظلم و ضیق معیشت گرفتار شدہ اند۔

[3] ایضاً ...... باز قحط متواتر از آسمان نازل شد ....

[4] مغلیہ سلطنت کا زوال (انگریزی) جلد دوم ص ۱۵۴ بحوالہ شاہ ولی اللہؒ کے سیاسی مکتوبات، حواشی ص ۱۷۸۔

[5] شاہ ولی اللہؒ کے سیاسی مکتوبات ص ۸۴ ——— ایں قدر البتہ گزارش می شود کہ ہر چند مقدور باشد در برانداختن گرانی غلہ سعی می فرمانید ....

وصولی میں سختی۔ شاہ صاحبؒ اس صورت حال پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ ٹیکس بھی ملک کی بربادی اور عوام کی بدحالی کی ایک بڑی وجہ ہیں۔ کیونکہ جو لوگ حکومت کی بات مانتے ہیں اور فرماں برداری (ٹیکس دے کر) دکھاتے ہیں، وہ تو تباہ ہو رہے ہیں اور جو سرکش ہیں اور حکومت کے ٹیکس ادا نہیں کرتے ان کے حوصلے اور بڑھ رہے ہیں اور زیادہ سرکش ہو رہے ہیں[۱]۔ شاہ ولی اللہ کے دور میں مغل بادشاہوں نے جاگیریں دینے کا ایک عام رواج بنا لیا تھا۔ اس طرح ملک میں چھوٹی چھوٹی بے شمار جاگیرداریاں قائم ہوگئی تھیں۔ ان جاگیرداروں کے پاس عموماً ایک ایک یا دو دو گاؤں ہوتے تھے اور ان کے علاقے میں جو دست کار رہتے تھے، وہ گویا ان کی رعیت ہوتے تھے اور جو لوگ ان کی زمینیں کاشت کرتے تھے، وہ گویا ان کے گھر کے نوکر تھے۔ یہ زمیندار جو مزدوری چاہتے، دست کاروں کو دیتے اور جتنا اناج جی میں آتا کاشت کاروں کو دیتے تھے اور پھر "رسم" و "رواج" کے نام سے ان سے رقمیں اور غلہ وصول کرتے۔ گھریلو کام ان سے کراتے اور ہر قسم کی بیگار لیتے تھے۔ اور جو بھی ان دست کاروں یا کاشت کاروں میں ان کی مرضی کے خلاف کام کرتا یا زمیندار کے خلاف زبان پر ایک لفظ بھی لاتا، اس کو وہ اپنے کھلیانوں اور نشست گاہوں (داروں) پر مارتے پیٹتے تھے۔ کوئی ان کی یاد فریاد نہ سنتا تھا۔ ان دست کاروں یا کاشت کاروں کے درمیان کسی بات پر اگر جھگڑا ہو جاتا تو حکومت کی عدالت میں جانے کی بجائے وہ انھیں بلا کر اپنی بلند حویلیوں اور نشست گاہوں (داروں) پر فیصلے کرتے تھے۔ اس طرح ان کے جی میں جو آتا کرتے تھے۔ اپنے علاقے میں کسی کو پھلتا پھولتا دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔ اور جو ذرا معاشی طور پر خوش حال ہو جاتا اس کی مختلف طریقوں سے سرکوبی کر دیتے تھے تاکہ اسے زمیندار کے سامنے ہی گھٹنے ٹیکنے پڑیں۔ اس صورتِ حال نے دیہاتی علاقوں میں غنڈہ گردی کی حالت پیدا کر دی تھی جسے شاہ ولی اللہؒ نے محسوس کیا۔ اور اس کو عوام کی بدحالی، بربادی اور افلاس کا بڑا سبب قرار دیا۔ چنانچہ آپ نے بادشاہِ وقت اور وزیر اور دوسرے حاکموں کو جو خط لکھا ہے اس میں اس مسئلہ کو سرفہرست بیان کیا ہے اور جاٹوں کے فتنے کے ساتھ اس کو بھی اہم قرار دیا ہے۔ ان زمینداروں کو "بدمعاش" جیسے نام سے پکارا ہے اور ان کی حرکتوں کو حکومت

---

[۱] حجۃ اللہ البالغہ جلد اول ص۹۲۔ الثانی ضرب ضرائب الثقیلة علی الزراع والتجار والمحترفة والتشدید علیهم حتی یفضی الی اجحاف المطاوعین .... الخ

کے خلاف شوخی اور بے باکی قرار دیتے ہے۔ فرماتے ہیں کہ دیگر ضروری کاموں کے ساتھ ان بدمعاشوں کو سزا دینا بھی ضروری ہے تاکہ آئندہ کوئی زمیندار اس قسم کی شوخی اور بے باکی کا خیال تک دل میں لائے[۱]
غرض یہ کہ شاہ ولی اللہؒ نے اپنے دور کی جو معاشی تصویر پیش فرمائی ہے اس سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ حکومت کے خزانے میں قلت ہو رہی ہے اور جاگیرداروں اور امیروں کی تجوریوں میں خزانوں کی کثرت ہے فوج اور سرکاری ملازمین بدحال ہیں اور عوام پریشان حال اور معاشی تنگی میں مبتلا ہیں۔[۲]

شاہ ولی اللہ جس دور میں پیدا ہوئے، وہ سیاسی اعتبار سے طوائف الملوکی، بغاوتوں کا دور تھا اور اقتصادی لحاظ سے بدحالی و مفلسی کا زمانہ۔ آپ نے اپنے گرد و پیش کا جب سیاسی و اقتصادی جائزہ لیا تو آپ پر اس کا گہرا اثر ہوا۔ آپ نے نادر شاہ کی قتل و غارت اور لوٹ کھسوٹ کا زمانہ بھی دیکھا۔ مرہٹوں اور جاٹوں کی لوٹ مار کے منظر بھی دیکھے۔ امیروں اور شاہی خاندان میں سازشوں کے جال بھی دیکھے۔ اور پھر کئی بادشاہوں کو سلطنت کے تخت پر بیٹھتے دیکھا اور دیکھتے ہی دیکھتے جانشینوں کو ان کی جگہ لیتے دیکھا۔ سرکاری عہدہ داروں کے ظلم اور رشوتیں آپ کے علم میں آئیں۔ شاہی خزانے میں قلت دیکھی اور جاگیرداروں اور زمینداروں کو عیش و عشرت میں غرق پایا۔ ملازموں، دستکاروں، چھوٹے تاجروں اور عام لوگوں کی اقتصادی بدحالی دیکھی اور بدمعاشوں اور سماج دشمن لوگوں کی سرکشی کا مطالعہ کیا۔ یہ اور ایسی ہی دوسری باتیں ظاہر ہے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذہن پر اثر انداز رہیں۔ آپ کے ذہن پر اثرات کا اندازہ آپ کے اس شعر سے لگائیے[۳]: ؎

کان النجوم اومضت فی الغیاھب — عیون الافعی او رؤس العقاب

(یعنی (حالات کی) ان تاریکیوں میں جو (امید کے) ستارے چمک رہے ہیں مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ناگوں کی آنکھیں ہیں یا بچھوؤں کے سر۔)
اپنے دور کو شاہ ولی اللہؒ قیصر و کسریٰ کے زمانے سے تشبیہ دیتے ہیں بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر

---

[۱] شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ص۴۲: ازاں جملہ سرزنش ملاعین تابعداری زمینداراے شوخی و بے باکی نہ اندیشد۔ [۲] ایضاً ص۱۰۵۔

[۳] ایضاً مقدمہ ص۴۔

یہ بات کہتے ہیں کہ اگر ہمارے ہاں (ہندوستان) کی حالت کا مطالعہ کیا جائے تو معاملہ دو قدم آگے ہی ملے گا۔[۱] یہ دَور آپ کے خیال میں غلبۂ کفر کا (غیر اسلامی) زمانہ ہے۔ احمد شاہ ابدالی کے خط میں آپ نے اس خطرے کا اظہار کیا ہے اور لکھا ہے کہ اگر حالت یہی رہی تو مسلمان اسلام کو بھول جائیں گے اور تھوڑے ہی عرصے کے بعد یہ مسلمان قوم ایسی قوم بن جائے گی کہ ان میں اسلام اور غیر اسلام کی تمیز نہ ہو سکے گی[۲] آپ کا خیال تھا کہ اس وقت خدائی مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ اس پورے نظام کو ختم کر دیا جائے[۳]۔ آپ فرماتے ہیں کہ خدا نے اس نظام کو ختم کرنے کے لئے مجھے ایک آلہ یا واسطہ بنایا ہے۔ تاکہ اس دنیا میں "نظامِ خیر" قائم ہو سکے چنانچہ اس نے مجھے "قائم الزماں" بنایا ہے[۴]۔

قیصر وکسریٰ کے نظام کو بدلنے، مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے، قوم کو متحد کرنے اور معاشرے میں "عمرانی عدل" قائم کرنے کے لئے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا کیا؟ یہ سوال بذاتِ خود ایک موضوع ہے جس کا تعلق آپ کی تحریک اور اُس کی معاشرتی خدمات سے ہے جس پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ یہاں صرف اتنی بات ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ ان حالات میں شاہ صاحب کیا کرتے؟ ان کا مشن واضح تھا۔ اس مشن کو کامیاب کرنے کے لئے خود ایک جماعت بنا کر جہاد شروع کر دیتے تو آپ کا واسطہ ایک طرف مرہٹوں اور جاٹوں سے پڑتا، دوسری طرف ملک کے جاگیردار اور زمیندار آپ کے خلاف متحد ہو جاتے۔ تیسری طرف خود حکومت کے بدلنے میں رات دن جو سازشوں کے تانے بانے بنے جاتے تھے، آپ عملی طور پر اس کی زد میں آتے یا ان کا حصہ بنتے۔ یہ تینوں صورتیں ایسی تھیں، جن سے نمٹنے کی راہیں مختلف تھیں اس لئے کہ ان مخالف قوتوں کے زیرِ اثر اپنے اپنے حلقے تھے۔ اس صورت میں ممکن ہے آپ

۱۔ حجۃ اللہ البالغہ جلد اوّل ص ۲۲۵۔ وما تراہ من ملوک بلادک لیغنیک عن حکایاتھم۔

۲۔ شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ص ۵۲: اگر غلبۂ کفر معاذ اللہ بر ہمیں مرتبہ ماند مسلمانان اسلام فراموش کنند واندکہ از زمان نگذرد کہ قومے شوند کہ نہ اسلام را دانند نہ کفر را۔

۳۔ (ا) تفہیمات جلد دوم ص ۱۲۰: عسی ان ینزل علیک الحق فا کالنظام العالم ...... (۱) فیوض الحرمین ص ۴۱ وسألونی ماذا حکم اللہ فی ھذہ الساعۃ۔ قلتُ فک کل نظام ثـ۔

۴۔ فیوض الحرمین ص ۸۹ بحوالہ شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ص ۵ ۔ ۴ ۔

وہ کام نہ کر سکتے جو آپ نے سیاسی اور عملی طور پر انجام دیا۔ آپ اس صورتِ حال کی وضاحت کرتے ہوئے یہ فرماتے ہیں کہ اگر حالات کا تقاضا یہ ہوتا کہ میں جنگ کروں تو میں معاشرے کی عملی اصلاح کے لئے ضرور ایسا کرتا لیکن حالات کا یہ تقاضا نہ تھا۔[1]

چنانچہ آپ نے میدانِ جنگ کے جہاد کی بجائے معاشرتی جہاد (جدوجہد) کو اختیار فرمایا۔ سب سے پہلے تو آپ نے ایک ایسا حلقہ پیدا کیا جو آپ کے خیالات و افکار کو سمجھے اور لوگوں میں انھیں پھیلائے۔ پھر آپ نے سیاسی حلقوں میں اتنا رسوخ پیدا کر لیا کہ نجیب الدولہ جیسا شخص آپ کے مشوروں پر عمل کرتا۔ بادشاہِ وقت خدمت میں حاضر ہوتا۔ یہاں تک کہ آپ کی درخواست پر احمد شاہ ابدالی جیسا بادشاہ ہندوستان پر حملہ آور ہوا اور پانی پت کی مشہور جنگ (۱۷۶۱ء - ۱۱۷۵ھ) لڑی گئی۔ آپ کا مقصد بادشاہتوں کو تبدیل کرنے تک محدود نہ تھا بلکہ آپ کا ارادہ یہ تھا کہ ان سیاسی قوتوں کے ذریعے ایسے لوگ برسرِ اقتدار لائے جائیں جو کم از کم صالح نظام کے قائم کرنے میں مددگار ثابت ہو سکیں۔ آپ نے ان سیاسی لوگوں میں چند ایک (نجیب الدولہ وغیرہ) کا انتخاب بھی کر رکھا تھا۔ لیکن ان سیاسی کوششوں کا کوئی واضح نتیجہ دیکھے بغیر ہی چند ماہ بعد (۱۷۶۲ء - ۱۱۷۶ھ) آپ کا انتقال ہو گیا۔ تیسرا جہاد آپ کا قلمی و علمی جہاد ہے آپ نے جب قرآن پاک کا ترجمہ کیا تو علماء مارنے دوڑے جب آپ نے فقہی مذاہب، جمود، مدرسوں اور نظامِ تعلیم پر لکھا تو علماء خلاف ہو گئے۔ جب آپ نے تصوف کے مسائل پر بحث کی اور اپنے دور کے جعلی پیروں اور گدی نشینوں کی قلعی کھولی تو وہ غضب میں آ گئے۔ جب آپ نے جاگیرداروں، امیروں اور منافرت پھیلانے والوں کو للکارا اور معاشرتی برائیاں کھول کر بیان کیں تو وہ آپے سے باہر ہو گئے۔ لیکن آپ نے اس جہاد میں جوان ہمت سپاہی کی طرح مخالفتوں کا مقابلہ کیا۔ ▭▭

---

[1] تفہیمات جلد اول ص ۱۰۱۔ فلو فرض ان یکون ھذا الرجل فی زمان واقتضت الاسباب ان یکون اصلاح الناس باقامۃ الحروب ونفث فی قلبہ اصلاحھم لقام ھذا الرجل بامر الحرب اتم قیام وکان اماما فی الحرب .... لا قیاس بالرستم والا سفندیار دبل الرستم ولا سفندیار وغیرھما طفیلیون علیہ ستمدون منہ مقتدون بہ۔